Research Journal Tahqeeqat
جلد:4، شمارہ:4، 2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل تحقیقات

اردو زبان میں املا اور تلفظ کی معیاری تشکیل؛ ادارہ جاتی خدمات کا تنقیدی جائزہ

Standardization of spelling and pronunciation in Urdu language; Critical review of institutional services

Amir Shahzad
M.Phil Urdu Scholar Superior University, Faisalabad
(Corresponding Author)
amirshehzad2222@gmail.com
Dr Azim Ullah Jundran
Assistant Professor Department of Urdu,
Superior University Faisalabad
aujundran@gmail.com

عامر شہزاد
ایم. فل اردو اسکالر سپیریئر یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر عظیم اللہ جندران
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو سپیریئر یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Standardization of orthography (Imla) and pronunciation (Talaffuz) is fundamental to the linguistic stability and administrative identity of a language. As a hybrid language with roots in Indo-Aryan, Semitic, and Indo-Iranian families, Urdu has historically faced orthographic inconsistencies and phonetic complexities. This article explores the pivotal role of institutions in reforming and harmonizing these linguistic standards. Beginning with the early prose codification at Fort William College, the study delves into the systematic reforms introduced by contemporary bodies such as the National Language Promotion Department (NLPD) in Islamabad and Urdu Academy Delhi. The research specifically analyzes institutional stances on technical issues, including the dual nature of Hamza, the simplification of Alif Maqsura, the segmentation of compound words, and phonetic-based orthography. Furthermore, it highlights the transition of language standards from traditional etymological roots to modern digital requirements, focusing on the development of standardized keyboards, fonts (Nuri Nastaliq), and the integration of Urdu into information technology. The article concludes that institutional interventions have successfully transformed Urdu from a purely literary medium into a structured administrative and digital language, providing a roadmap for its future survival in the era of Artificial Intelligence.

Keywords: *Urdu Orthography , Pronunciation, Language Reformation, Institutional Role, National Language Promotion Department (Muqtadra), Fort William College, Standardization, Phonetics, Digitalization, Urdu Fonts, Urdu Academy Delhi*

کلیدی الفاظ: اردو املا، تلفظ، لسانی اصلاح، ادارہ جاتی کردار، مقتدرہ قومی زبان، فورٹ ولیم کالج، معیاری تشکیل، صوتیات، رقمی تشکیل، اردو رسم الخط، اردو اکادمی دہلی

اردو زبان و ادب کی تاریخ میں املا اور تلفظ کی قطعیت محض لسانی جمالیات کا تقاضا نہیں، بلکہ یہ زبان کے تہذیبی استحکام اور علمی تشخص کی اساسی بنیاد ہے۔ ایک کثیر اللسانی اور مخلوط پس منظر رکھنے والی زبان ہونے کے ناطے، اردو کو آغازِ کار ہی سے املائی انتشار اور صوتی تضادات کا سامنا رہا،

جہاں عربی، فارسی اور مقامی پراکرتوں کے صوتی نظاموں نے تحریر میں تنوع کے ساتھ ساتھ ابہام کی گنجائش بھی پیدا کی۔ اگرچہ شعراء اور ادبا نے انفرادی سطح پر اصلاحِ زبان کی تحریکیں چلائیں، مگر زبان کو ایک منظم، مربوط اور باضابطہ علمی نظام میں پرونے کا فریضہ صرف ادارہ جاتی سطح پر ہی ممکن تھا۔ یہ ادارے ہی تھے جنھوں نے اردو کو ایک ایسی نامیاتی وحدت عطا کی جہاں رسم الخط کی جمالیات اور صوتیات کی سائنسی حقیقتیں یکجا ہو کر ایک مستند ضابطہ املا کی تشکیل کرتی ہیں۔

زیرِ نظر بحث اردو املا اور تلفظ کی اصلاح میں ان مقتدر علمی اداروں کے تاریخی اور فنی کردار کا احاطہ کرتی ہے جنھوں نے روایت اور جدیدیت کے مابین ایک تخلیقی توازن قائم کرنے کی سعی کی۔ فورٹ ولیم کالج کی ابتدائی نثری تدوین سے لے کر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد اور اردو اکادمی دہلی کی معاصر لسانی سفارشات تک، یہ سفر دراصل اردو کی صوری اور صوتی شناخت کی بازیافت کا عمل ہے۔ ان اداروں نے نہ صرف ہمزہ، ہائے مختفی اور مرکبات کی تقسیم جیسے پیچیدہ فنی مسائل کو سلجھانے کے لیے منطقی اصول وضع کیے، بلکہ اردو کو جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک عالمی ابلاغی زبان بنانے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ علمی جائزہ اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے کہ اردو املائی نظام کی موجودہ مستحکم صورتِ حال دراصل ان اداروں کی مسلسل تحقیق، سیمینارز اور ماہرینِ لسانیات کے مابین ہونے والے علمی مکالمے کا ثمر ہے۔

اردو اصلاحِ زبان کی ادارہ جاتی روایت ایک طویل اور مربوط لسانی جدوجہد کی داستان ہے، جس کا مقصد اردو کے املائی ڈھانچے اور صوتی نظام کو ایک باقاعدہ علمی وانتظامی نظم کے تحت لانا تھا۔ اردو زبان کی تاریخ کا عمیق مطالعہ اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے کہ اگرچہ ابتدائی ادوار میں زبان کی نوک پلک سنوارنے کا کام انفرادی طور پر شعراء اور اساتذہِ فن نے سرانجام دیا، تاہم ایک وسیع معاشرے اور دفتری ضروریات کے لیے زبان کو یکساں اصولوں پر استوار کرنے کی ضرورت نے ادارہ جاتی کاوشوں کی راہ ہموار کی۔ اس سلسلے میں پہلا منظم نقش فورٹ ولیم کالج کے قیام کی صورت میں نظر آتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج میں اردو نثر کی تدوین کے دوران املا کے جو اصول اختیار کیے گئے، ان کا بنیادی مقصد زبان کو سہل اور قابلِ فہم بنانا تھا۔ اس دور کی املائی ترجیحات میں شکستہ نگاری کو فوقیت حاصل تھی، جس کی وجوہات محض لسانی نہیں بلکہ انتظامی اور معاشی بھی تھیں۔ فورٹ ولیم کالج میں رائج شکستہ نگاری اور الفاظ کی متصل صورتوں کے پیچھے کاغذ کی بچت اور عربی و فارسی خطاطی کے گہرے اثرات کارفرما تھے۔ اس دور میں الفاظ کو باہم ملا کر لکھنے کا رجحان عام تھا، جس نے اردو املا کی ابتدائی تشکیل میں ایک خاص رخ متعین کیا۔ اس حوالے سے فرہاد احمد نے کالج کی املائی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے:

> "اردو املا کے حوالے سے فورٹ ولیم کالج کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ فورٹ ولیم کالج میں املا شکستہ نگاری کے تحت لکھا جاتا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں؛ ایک یہ کہ اس طرز پر املا کے لیے کاغذ کی بچت ہوتی ہے اور کم ورق پر زیادہ لکھا جا سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اکثر اوقات اس صورت میں الفاظ کو املا کر لکھا جاتا تھا۔ مثلاً 'سیکھیں گے' کو 'سیکھینگے'، 'لکھیں گے' کو 'لکھینگے' وغیرہ۔"(1)

برصغیر کی لسانی تاریخ میں فورٹ ولیم کالج کے بعد انجمن ترقی اردو، جامعہ عثمانیہ، ترقی اردو بورڈ اور اردو ڈکشنری بورڈ جیسے اداروں نے اردو کے املائی اور تلفظ کے مسائل کو علمی سطح پر حل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ان اداروں نے نہ صرف لغت نویسی اور قواعد سازی پر توجہ دی بلکہ قدیم املائی اغلاط کی تصحیح کے لیے مختلف کمیٹیاں بھی قائم کیں۔ تاہم، قیامِ پاکستان کے بعد اردو کو سرکاری اور دفتری زبان کے طور پر نافذ کرنے کے چیلنج نے مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد) کی اہمیت کو دوچند کر دیا۔ مقتدرہ نے اردو کو جدید دور کے تکنیکی اور مشینی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے

ایک نیا لائحہ عمل تیار کیا۔ 1985ء میں مقتدرہ کے زیرِ اہتمام منعقدہ سیمینار اسی ادارہ جاتی روایت کا تسلسل تھا جہاں معاصر املائی انتشار کو ختم کر کے ایک مستند اور معیاری نظام وضع کرنے کی سفارشات پیش کی گئیں۔

مقتدرہ قومی زبان نے محض روایتی لسانی مباحث پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اردو ٹائپ رائٹر کی ایجاد، کمپیوٹر سافٹ ویئرز کی تیاری اور نوری نستعلیق جیسے فونٹس کے ذریعے املا میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ادارہ جاتی کوششوں کی اس ہمہ جہت اہمیت پر فرہاد احمد رقم طراز ہیں:

> "اردو زبان کی اصلاح کے حوالے سے انفرادی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے ساتھ ادارہ جاتی کوششیں بھی قابلِ ذکر ہیں۔ اس کا باقاعدہ آغاز فورٹ ولیم کالج سے ہوتا ہے۔ اس ادارے کے بعد برصغیر میں کئی ادارے اس ذیل میں نظر آتے ہیں۔۔۔ ان تمام اداروں میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد اور اردو اکادمی دہلی کی تجاویز اور سفارشات نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ ان اداروں نے اصلاح زبان کے حوالے سے مختلف کمیٹیاں قائم کیں۔"(2)

یوں فورٹ ولیم کالج سے شروع ہونے والا یہ سفر مقتدرہ قومی زبان تک پہنچ کر ایک ایسی جدید علمی روایت میں تبدیل ہو گیا، جہاں زبان کو قدیم اشتقاقی الجھنوں سے نکال کر صوتی ہم آہنگی اور جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کے سانچوں میں ڈھالا گیا۔ ان اداروں کی بدولت ہی آج اردو املا اور تلفظ میں وہ استقلال اور توازن نظر آتا ہے جو کسی بھی ترقی یافتہ زبان کا خاصہ ہوتا ہے۔

مقتدرہ قومی زبان (موجودہ ادارہ فروغِ قومی زبان) کا قیامِ پاکستان کے اس بنیادی خواب کی تعبیر تھا جس کا مقصد اردو کو محض ایک عوامی بولی یا ادبی اظہار کے وسیلے کے بجائے ایک فعال دفتری، سرکاری اور تعلیمی زبان بنانا تھا۔ جب کوئی زبان نفاذ کے عمل سے گزرتی ہے تو اس کے لیے املا کی یکسانیت اور تلفظ کی قطعیت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ مقتدرہ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اردو املا کو انفرادی پسند و ناپسند کے دائرے سے نکال کر ایک اجتماعی اور قومی ضابطے میں پرونے کی علمی کوششیں کیں۔ اس سلسلے میں مقتدرہ کے زیرِ اہتمام 1985ء میں منعقد ہونے والا سیمینار ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں ملک بھر کے لسانی محققین نے سر جوڑ کر ان املائی مسائل پر بحث کی جو اردو کے دفتری اور علمی نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔

نفاذِ اردو کے املائی تقاضوں میں سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ زبان کو اس کی قدیم اشتقاقی الجھنوں سے نکال کر عصرِ حاضر کے انتظامی مزاج کے مطابق ڈھالا جائے۔ مقتدرہ کی ان کوششوں کا ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ پاکستان کے تمام صوبوں اور اکائیوں میں بسنے والے افراد کے لیے اردو کا ایک ایسا مستند معیار موجود ہو جو لسانی اجنبیت کا خاتمہ کر سکے۔ اسی املائی یکجہتی کو نفاذِ اردو کی تحریک کا حصہ قرار دیتے ہوئے ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری نے واضح کیا ہے کہ چونکہ اردو پاکستان کی سرکاری زبان ہے، اس لیے اس کی درستی اور وقار کا تحفظ اب ایک اہم قومی فریضہ بن چکا ہے۔ ان کے نزدیک املا کی صحت محض کسی فرد کا ذاتی یا انفرادی انتخاب نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا اجتماعی مسئلہ ہے جو مملکت کے ہر شہری کے لیے یکساں اہمیت اور اثرات رکھتا ہے۔(3)

مقتدرہ قومی زبان نے محض نظری مباحث پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھا کہ جب تک املا اور رموزِ اوقاف کے قابلِ عمل اور سائنسی اصول وضع نہیں کیے جائیں گے، اس وقت تک اردو کے نفاذ کا عمل عوامی سطح پر پذیرائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ دفتری خط و کتابت میں املائی ابہام قانونی پیچیدگیوں کا باعث بن سکتا تھا، لہٰذا مقتدرہ نے ایک ایسے لائحہ عمل کی ضرورت پر زور دیا جو کمیٹیوں کی سفارشات سے آگے بڑھ کر عملی زندگی میں نافذ ہو سکے۔ اس قومی تقاضے کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے بیگم ثاقبہ رحیم الدین نے اپنے خطبے میں مقتدرہ کی علمی ذمہ داریوں کی بابت کہا:

"وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ سائنسی طریقہ کار کے مطابق توجہ اور مسلسل محنت سے روایت اور جدید تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے املا اور رموز او قاف کے یکساں اور قابل عمل اصول وضع کیے جائیں۔ ماضی میں یہ مسئلہ ایک حلقہ فکر اور دائرہ بحث و نظر ہی کی توجہ کا مرکز تھا۔ مگر اب جب کہ اردو کے نفاذ کا عمل شروع ہو چکا ہے عوامی اور قومی بن گیا اور اس کا حل تلاش کرنے کے لیے ہمیں ایک ایسے لائحہ عمل تیار کرنا ہے۔"(4)

یوں مقتدرہ قومی زبان نے املا کے مسائل کو محض زبان دانی کا مسئلہ نہیں سمجھا بلکہ اسے استحکام پاکستان اور قومی تشخص کے لازمی جزو کے طور پر پیش کیا۔ ادارے کی سفارشات نے نہ صرف محققین کو ایک مرکز پر جمع کیا بلکہ سرکاری دفاتر کے لیے اردو ٹائپ رائٹر اور ٹیلی پرنٹر جیسے آلات کی فراہمی کے ذریعے ان املائی تقاضوں کو مشینی سطح پر بھی مستند کر دیا تاکہ نفاذِ اردو کا عمل کسی فنی رکاوٹ کا شکار نہ ہو۔

اردو زبان کے املائی ڈھانچے کی تشکیل میں عربی اور فارسی لفظیات کو ایک مرکزی اور اساسی حیثیت حاصل رہی ہے، تاہم ان دخیل الفاظ کو اردو کے لسانی قالب میں ڈھالنے کے لیے ایک مربوط اور سائنسی ضابطہ بندی کی ضرورت ہمیشہ سے محسوس کی گئی۔ مقتدرہ قومی زبان اور اردو اکادمی دہلی جیسے اداروں نے اس اہم لسانی فریضے کو نبھاتے ہوئے یہ بنیادی اصول وضع کیا کہ جب کوئی لفظ غیر زبان سے منتقل ہو کر اردو کے ذخیرہ الفاظ میں شامل ہو جاتا ہے اور صدیوں کے چلن سے عوامی سطح پر مقبولیت حاصل کر لیتا ہے، تو اسے اردو کے اپنے صوتی مزاج اور املائی روایات کے مطابق برتنا چاہیے۔ اداروں کی ان کوششوں کا مقصد یہ تھا کہ زبان کو محض قدیم اشتقاقی قواعد کا اسیر بنانے کے بجائے اسے سہل اور عام فہم بنایا جائے۔ اس سلسلے میں اداروں کے مابین یہ بحث شدت سے ابھری کہ آیا عربی اور فارسی کے الفاظ کو ان کے اصل لسانی قواعد کے مطابق لکھا جائے یا اردو کے مروجہ چلن کو برقرار رکھا جائے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے مقتدرہ کے سیمینار میں اس نکتے پر مفصل گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا کہ اگر ہم ہر لفظ کو اس کے ماخذ کی بنیاد پر عربی قواعد کے مطابق لکھنے پر اصرار کریں گے، تو اردو کا اپنا لسانی تشخص مجروح ہو گا۔ ان کے نزدیک جو لفظ جس صورت میں اردو میں رواج پا گیا، وہی اس کا مستند املا ہونا چاہیے۔ وہ اس املائی رویے کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یقیناً وہ ہم سے زیادہ باخبر تھے۔ ہم سے زیادہ عربی اور فارسی جانتے تھے۔ لیکن یہ بھی جانتے تھے کہ غیر زبان کا جب کوئی لفظ جس طرح اردو میں مقبول ہو گیا وہی اردو ہے۔ اس لیے غلطی بزرگوں کی نہیں ہماری ہے۔ اگر جدوجہد کو اس اصول کے تحت جدوجہد پڑھوایا اور لکھوایا جا رہا ہے کہ وہ عربی میں اس طرح ہے تو پھر جہالت کو جہالت، شفقت کو شفقّت... اور عیاں کو عیاں کہنا اور لکھنا ہو گا کہ عربی میں ان کا تلفظ اور املا اس طرح ہے۔"(5)

اداروں کی ان تدوین کردہ سفارشات میں عربی کے مخصوص حروف اور علامات، جیسے "تائے مدور" (ۃ)، "الف مقصورہ" () اور "تنوین" کے استعمال پر بھی گہری فنی بحث کی گئی۔ اردو اکادمی دہلی نے ایک انقلابی قدم اٹھاتے ہوئے تجویز دی کہ ایسے عربی الفاظ جن کے آخر میں "الف مقصورہ" (ی کے اوپر کھڑی زبر) آتی ہے مگر صوتی طور پر الف کی آواز پیدا ہوتی ہے، انہیں سادہ "الف" سے لکھا جانا چاہیے تاکہ املائی انتشار کا خاتمہ ہو۔ اسی طرح فارسی مصادر سے بننے والے مشتقات میں "ذال" اور "زے" کے فرق کو واضح کرنے کے لیے بھی باقاعدہ فہرستیں مرتب کی گئیں۔ ان ادارہ جاتی کوششوں کے پس پشت یہ فکر کارفرما تھی کہ اردو کو ایک ایسی آزاد اور توانا زبان کے طور پر متعارف کرایا جائے جو بیرونی اثرات کو قبول تو کرے مگر اپنے داخلی ضوابط کو مقدم رکھے۔

ڈاکٹر مقبول نثار ملک اس مفاہمتی راستے کی بابت لکھتے ہیں:

”اصلاح زبان کے لیے اکادمی کی املا کمیٹی نے جو سفارشات مرتب کیں ان میں اردو تحریر کی روایت سے انحراف بھی نہیں کیا گیا اور جدید رجانات اور سائنسی اصولوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔۔۔ کمیٹی کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ انھوں نے زبان میں اصلاحات خواص و ماہرین و محققین کے لیے نہیں بلکہ عام قارئین کے تائین کے لیے متعارف کرانا تھیں۔ اس لیے آسانی اور عام فہمی کا راستہ اختیار کیا گیا۔“(6)

یوں، اداروں کی ان کاوشوں کے نتیجے میں عربی اور فارسی لفظیات کے لیے جو املائی اصول مدون ہوئے، انہوں نے اردو کو ایک طرف تو اپنی علمی جڑوں سے پیوست رکھا اور دوسری طرف اسے جدید عہد کے لسانی اور تدریسی تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے ایک متوازن راہ دکھائی۔ ان سفارشات کی بدولت ہی آج اردو املا میں وہ یکسانیت اور سلاست نظر آتی ہے جو علمی و ادبی دنیا میں اس کے وقار کا باعث ہے۔

اردو املائی نظام میں "ہمزہ" اور "الف مقصورہ" کا استعمال فنی اعتبار سے سب سے پیچیدہ اور اختلافی موضوع رہا ہے، جسے لسانی مصلحین نے ایک دائمی "گتھی" قرار دیا ہے۔ ہمزہ کی فنی حیثیت اردو میں دوہری نوعیت کی حامل ہے؛ یہ کبھی ایک مستقل حرفِ صحیح کی صوتی قوت اختیار کر لیتا ہے اور کبھی محض ایک علامتِ حرکت بن کر لفظ کی ساخت کو سہارا دیتا ہے۔ لسانی محققین کے نزدیک اس الجھن کی بنیادی وجہ عربی، فارسی اور دیسی لفظیات کے باہمی اختلاط سے پیدا ہونے والے صوتی تضادات ہیں۔ اداروں نے اس فنی قضیے کو سلجھانے کے لیے یہ موقف اختیار کیا کہ ہمزہ کے استعمال میں لفظ کے لسانی ماخذ اور اردو کے مقامی صوتی مزاج کے درمیان ایک توازن قائم کیا جائے تاکہ تحریر میں ابہام کی گنجائش ختم ہو سکے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر سید عبد اللہ نے ہمزہ کے استعمال کو حرف کی ساخت، املا اور تلفظ کے سہ جہتی تناظر میں پرکھا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عربی اور فارسی الفاظ میں ہمزہ کے مقام کا تعین ان زبانوں کے اصل قواعد کی روشنی میں ہونا چاہیے، نہ کہ محض صوتی قیاس پر۔ وہ اس فنی پیچیدگی اور اس کے حل کی بابت رقم طراز ہیں:

"عربی اور فارسی الفاظ کے درمیان جو ہمزہ آتا ہے، اس میں بہت غلط بحث یہ ہے جہاں فارسیت کا غلبہ ہے وہاں "ء" کو "ی" بنا دیتے ہیں۔ مثلاً زائد کو زاید لکھتے ہیں۔ اس طرح بالعکس زیبائش کو، زیبائش ہمزہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حالاں کہ عربی لفظ کو عربی اصول سے اور فارسی لفظ کو فارسی اصول سے لکھنا چاہیے۔"(7)

دوسری طرف "الف مقصورہ" (ی کے اوپر کھڑی زبر) کا مسئلہ صوتیات اور بصری علامت نگاری کے درمیان ایک فنی خلیج کی صورت میں موجود رہا ہے۔ روایتی طور پر اعلیٰ، ادنیٰ، مولیٰ اور دعویٰ جیسے الفاظ میں لکھی جانے والی "ی" دراصل الف کی آواز پیدا کرتی ہے، جو نئے سیکھنے والوں اور عام قارئین کے لیے بصری التباس کا باعث بنتی ہے۔ اردو اکادمی دہلی نے اس فنی گتھی کو سلجھانے کے لیے ایک انقلابی لسانی اصول وضع کیا، جس کا مقصد تحریر کو صوتی حقیقت کے قریب لانا تھا۔ املائی انتشار کے اس تدارک اور الف مقصورہ کی نئی جہت کے حوالے سے ادارہ جاتی تجویز درج ذیل ہے:

"اس تذبذب کو دور کرنے کے لیے ایک سیدھا سادہ اصول یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے تمام الفاظ کو ویسا ہی لکھنا چاہیے جیسے یہ بولے جاتے ہیں۔ یعنی ایسے تمام الفاظ جو الف مقصورہ سے لکھے جاتے ہیں، اردو میں معمولی الف سے لکھے جائیں۔ جیسے اکملا، ادنا، معلا، مصفا، تمنا، دعوا، لیلا، یدا، مصرا، سلما وغیرہ۔"(8)

ان فنی مباحث سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اداروں نے ہمزہ اور الف مقصورہ جیسی املائی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے محض قدامت پسندی کا سہارا نہیں لیا، بلکہ لسانی سہولت اور صوتی قطعیت کو بنیاد بنایا۔ اگرچہ ان میں سے بعض تجاویز پر علمی حلقوں میں ردِ عمل بھی سامنے آیا، مگر ان کاوشوں نے اردو املا کو ایک ایسی منطقی بنیاد فراہم کی جس سے زبان کا بصری اور صوتی ڈھانچہ مزید مستحکم اور مربوط ہو گیا۔

اردو لسانیات میں حرف اور صوت کا باہمی رشتہ محض علاماتی نہیں بلکہ یہ اس زبان کے داخلی آہنگ اور املائی نظام کی حقیقی اساس ہے۔ اردو چونکہ ایک کثیر اللسانی پس منظر رکھنے والی زبان ہے، اس لیے اس کے صوتی نظام میں ہند آریائی، سامی اور ہند ایرانی لسانی خاندانوں کی آوازیں ایک خاص ترتیب کے ساتھ یکجا ہو گئی ہیں۔ اداروں نے اردو املا کی اصلاح کے لیے جو کوششیں کیں، ان میں ایک بنیادی نکتہ صوتی ہم آہنگی پیدا کرنا تھا، یعنی تحریر کو آواز کے جتنا ممکن ہو قریب لایا جائے۔ مقتدرہ قومی زبان کے تحت منعقد ہونے والے اجلاسوں میں محققین نے اس بات پر زور دیا کہ اردو کا املائی نظام محض اشتقاق کی بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اسے صوتی حقیقتوں کا آئینہ دار ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں مظفر علی سید نے حرف اور صوت کے رشتے پر بحث کرتے ہوئے اردو کے املائی مزاج کو صوتیات سے مربوط کیا ہے۔ وہ اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "اردو کے رواجی املا کی بنیاد صوتیاتی ہے۔ یعنی یہ الفاظ میں چاہے کہیں سے آئیں۔ ان کے آخری جز کو غیر موکد (Understand) بولا جاتا ہے۔ عربی اور ترکی الفاظ میں وضاحت کا مسئلہ ضروری ہے۔ لیکن وہاں بھی تمغائے خدمت لکھنے پر اصرار نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔"(9)

صوتی ہم آہنگی کے حصول میں سب سے بڑی فنی رکاوٹ ایک ہی صوتیے (Phoneme) کے لیے متعدد حروف یا علامات کا موجود ہونا ہے۔ اردو حروفِ تہجی میں اس اعتبار سے کئی صوتیے پائے جاتے ہیں جن کے لیے ایک سے زیادہ حروف (مثلاً ت / ط، س / ص / ث، ز / ذ / ض / ظ) مختص ہیں۔ اداروں کی سطح پر یہ تجویز سامنے آئی کہ املائی انتشار سے بچنے کے لیے حروفِ تہجی کی صوتی تحدید ضروری ہے، یعنی ایک آواز کے لیے ایک ہی علامت ہونی چاہیے تاکہ سیکھنے والوں اور عام لکھنے والوں کے لیے دشواری پیدا نہ ہو۔ پروفیسر خلیل احمد صدیقی نے اپنے لسانی مقالے میں اس صوتی نظام کی پیچیدگی کو اجاگر کیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ اگر ایک صوتیے کی عکاسی کے لیے ایک ہی حرف مقرر کر دیا جائے تو املا میں یک رنگی اور توازن پیدا ہو سکتا ہے۔ اس صوتی وحدت اور املائی ہم آہنگی کی بابت فرہاد احمد کے مقالے میں وضاحت ملتی ہے:

> "درست املا کے لیے ضروری ہے کہ ایک صوتیے کے لیے ایک ہی حرف مقرر ہو۔ اگر ایک صوتیے کی عکاسی ایک حرف یا ایک علامت سے ہو گی تو اس صورت میں املا میں یک رنگی پیدا ہو گی۔ علاوہ ازیں ایک ہی حرف کی املا کے مختلف طریقے عام نہیں ہوں گے۔"(10)

اداروں کی ان کاوشوں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اردو کے املائی نظام کو صوتی بنیادوں پر استوار کرنا محض ایک علمی ضرورت نہیں بلکہ زبان کی ترویج اور تفہیم کا اہم تقاضا ہے۔ حروفِ تہجی کی اس صوتی تحدید اور ہم آہنگی کے ذریعے اردو کو ایک ایسا سائنسی ڈھانچہ فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اسے دیگر معاصر زبانوں کے مقابلے میں زیادہ واضح اور منظم بناتا ہے۔ ان مباحث نے نہ صرف حروف کے مخارج کی درستی میں مدد دی بلکہ املا کے ان تضادات کو بھی کم کیا جو صدیوں سے چلے آ رہے تھے۔

اردو املائی نظام میں مرکبات کی صورتِ گری یعنی انہیں 'متصل' (ملا کر) لکھنے یا 'الگ الگ' (جدا کر کے) تحریر کرنے کا قضیہ ایک طویل لسانی بحث کا حامل رہا ہے۔ تاریخی طور پر اردو املا میں شکستہ نویسی اور اختصار پسندی کے زیرِ اثر الفاظ کو باہم پیوست کرنے کا رجحان غالب تھا، جسے فورٹ ولیم کالج کی تحریروں میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ تاہم، جدید لسانی مصلحین اور اداروں نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ زبان کی سائنسی تفہیم

اور نئے سیکھنے والوں کی سہولت کے لیے الفاظ کی انفرادی صوری حیثیت کو برقرار رکھا جائے۔ اس سلسلے میں انجمن ترقی اردو ہند، مقتدرہ قومی زبان اور اردو اکادمی دہلی جیسے اداروں نے فصل و وصل کے اصول متعین کرنے کی علمی کوششیں کیں، تاکہ اردو کی بصری وحدت اور لسانی مزاج کے درمیان ایک توازن قائم کیا جا سکے۔

اداروں کی ان کاوشوں میں ایک اہم موڑ 'انجمن ترقی اردو ہند' کی سفارشات تھیں، جنھوں نے مرکبات کو ان کے اجزائے ترکیبی کے مطابق الگ لکھنے کی تحریک کو مہمیز دی۔ انجمن کے محققین کا خیال تھا کہ 'بالکل'، 'خونریز' اور 'حالانکہ' جیسے الفاظ کو جداگانہ طور پر لکھنا زیادہ منطقی ہے، اگرچہ بعض قدیم روایت پسند طبقوں نے اسے روایت سے انحراف قرار دیا۔ اس لسانی رویے کا تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ نے مقتدرہ قومی زبان کے سیمینار میں ان اداروں کی خدمات اور اس مسئلے کی نزاکت پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک انجمن کے ماہرین نے اس قضیے کو بہت اہمیت دی اور ان الفاظ کو بھی علیحدہ لکھنے کی تلقین کی جنھیں عام طور پر متصل لکھنا ہی رائج تھا یا جن کی صوتی ادائیگی کے لیے انھیں ملا کر لکھنا ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ یوں ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول، انجمن کی ان سفارشات نے 'حالانکہ' اور 'بالکل' جیسے الفاظ کی املائی صورت کو ایک نیا اور منفرد رخ عطا کیا۔(11) دوسری جانب، اردو اکادمی دہلی نے اس تقسیم کو مزید باریکیوں تک لے جانے کی تجویز پیش کی، جہاں انہوں نے بعض ایسے سادہ الفاظ کو بھی توڑ کر لکھنے کی سفارش کی جو اردو کے عمومی مزاج اور 'رواج' سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ املائی اصلاح کے نام پر کی جانے والی ان بعض انتہا پسندانہ تجاویز کو علمی حلقوں اور مقتدرہ کے بورڈ نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ایسی تبدیلیاں تحریر میں اجنبیت پیدا کرتی ہیں اور متن کی تفہیم میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ اداروں کے اس 'رد و قبول' کے عمل نے اردو املا کو ایک ایسا استقلال بخشا جہاں صرف ان مرکبات کو الگ کیا گیا جن کی انفرادی حیثیت واضح تھی، جب کہ لسانی نامیاتی اکائیوں کو برقرار رکھا گیا۔ ڈاکٹر مقبول نثار ملک اس ادارہ جاتی فیصلے اور عوامی رواج کے رشتے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مصیبت کو مصی بت، گھر کنا کو گھر کنا، قرینہ کو قرینہ لکھنا، باڑھ کو باڑھ، ڈھ کو ڈھ ملا لکھنا اور حرفوں کو الگ الگ لکھنا۔ جیسے دھرتی، ادھورا وغیرہ کو بھی منظوری نہیں ملی۔ بورڈ کا خیال تھا کہ چونکہ ایسی تبدیلی رواج کے چلن میں نہیں آسکتی اس لیے یہ تجاویز مسترد کر دی گئیں۔"(12)

خلاصہ یہ کہ اداروں کے زیرِ اہتمام ہونے والی ان بحثوں نے مرکبات کی تقسیم کے مسئلے کو محض 'لکھاوٹ' تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے اردو کے لسانی تشخص اور بصری جمالیات سے مربوط کر دیا۔ آج متصل اور منفصل نگاری کے جو اصول رائج ہیں، وہ دراصل اداروں کی ان نظریاتی کشمکش اور فنی جانچ پرکھ کا نتیجہ ہیں، جنھوں نے اردو املا کو ایک جامع اور مربوط ضابطہ فراہم کیا ہے۔

اردو کو ایک فعال علمی اور انتظامی زبان کے طور پر مستحکم کرنے کے لیے دفتری اور تدریسی شعبوں میں املائی یکسانیت کا حصول ناگزیر رہا ہے۔ جب کوئی زبان محض تخلیقی اظہار تک محدود نہ رہے بلکہ اسے ریاست کے نظم و نسق اور تعلیمی ابلاغ کا ذریعہ بنایا جائے، تو وہاں املائی انتشار یا صوتی ابہام کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد) نے اپنے قیام کے بنیادی مقاصد میں اس نکتے کو سرِ فہرست رکھا کہ اردو کے علمی اور سرکاری نفاذ کے لیے ایک ایسا معیاری ڈھانچہ وضع کیا جائے جو پورے ملک میں بلا امتیازِ رنگ و نسل یکساں طور پر رائج ہو۔ تدریسی سطح پر نصابی کتب کا املا اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ یہ نئی نسل کے لسانی شعور کی بنیاد رکھتا ہے، جبکہ دفتری زبان میں توازن اور ہم آہنگی قانونی و انتظامی معاملات کی شفافیت کے لیے ضروری ہے۔

اس املائی ہم آہنگی کے عملی نفاذ کے لیے مقتدرہ نے مشینی سطح پر جو اقدامات کیے، ان میں اردو ٹائپ رائٹر کے کی بورڈ کی معیاری سازی سب سے نمایاں ہے۔ اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ سرکاری دفاتر میں ہونے والی خط و کتابت کو ایک مخصوص املائی ضابطے کا پابند کیا جائے تاکہ مختلف ٹائپ مشینوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے بصری فرق کو ختم کیا جا سکے۔ اس مشینی اور دفتری یکسانیت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے پروفیسر ایوب صابر مقتدرہ کی خدمات کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"اردو کو دفتری اور عملی زبان بنانے اور پورے ملک میں اس کے معیار میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے مقتدرہ نے ایک کام یہ کیا کہ تمام ساختوں کی ٹائپ مشینوں کے لیے اردو ٹائپ رائٹر کا ایک جامع اور یکساں کلیدی تختہ تیار کرایا۔ اس کلیدی تختے کے مطابق مقتدرہ کا تیار کردہ اردو ٹیلی پرنٹر وفاقی حکومت سے منظور ہوا۔ اس کے بعد یہ معیاری ٹائپ رائٹر اور پرنٹر آئی ٹی پی میں کثیر تعداد میں تیار ہو رہے ہیں۔"(13)

دوسری جانب، دفتری اور تدریسی زبان میں یکسانیت کے تقاضے محض حروف کی لکھاوٹ تک محدود نہیں بلکہ ان کا تعلق ذخیرہ الفاظ کی وسعت اور تفہیم سے بھی ہے۔ لسانی محققین نے یہ تجویز دی کہ دفتری املا کو اتنا لچکدار ہونا چاہیے کہ وہ پاکستان کی دیگر صوبائی زبانوں کے اثرات کو قبول کر سکے، تاکہ اردو کا قومی تشخص مزید ابھر کر سامنے آئے۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری نے اس حوالے سے یہ نکتہ اٹھایا کہ دفتری اور عوامی سطح پر زبان کی تفہیم کو آسان بنانے کے لیے روایتی لغوی سختیوں کے بجائے بر محل الفاظ کے استعمال کو ترجیح دینی چاہیے۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری کا یہ علمی موقف رہا ہے کہ دفتری اور عوامی سطح پر تفہیم کے عمل کو سہل بنانے کے لیے روایتی لغوی سختیوں سے گریز کرتے ہوئے بر محل الفاظ کے انتخاب کو اہمیت دی جانی چاہیے۔ ان کی رائے میں دفتری املا کے لیے صرف روایتی لغات یا قواعد کی کتب پر انحصار کرنے کے بجائے ایسے الفاظ کو استعمال کرنا زیادہ سود مند ہے جو ابلاغ کے تقاضوں پر پورا اتریں، خواہ ان کا تعلق ملک کی کسی بھی صوبائی زبان سے ہو۔ ان کے نزدیک اس لچکدار رویے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اردو کے لسانی ذخیرے میں وسعت پیدا ہوگی، مترادف الفاظ میسر آئیں گے اور وہ طبقہ جو اردو سے مکمل واقفیت نہیں رکھتا، اس کے لیے بھی سرکاری زبان میں ہونے والی گفتگو اور تحریر کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔(14)

خلاصہ یہ کہ مقتدرہ قومی زبان اور دیگر متعلقہ اداروں نے دفتری اور تدریسی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو املا کو ایک منظم علمی ضابطہ فراہم کیا۔ ان کوششوں کے نتیجے میں جہاں مشینی سطح پر ٹائپ اور کمپوزنگ کے مسائل حل ہوئے، وہیں تعلیمی اور انتظامی سطح پر اردو کی ترویج کے لیے ایک مستند اور غیر مبہم راستہ بھی متعین ہوا، جو زبان کے قومی نفاذ کے لیے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

جدید عہد میں اردو املا اور تلفظ کے مسائل محض علمی یا ادبی مباحث تک محدود نہیں رہے بلکہ اب ان کا براہِ راست تعلق انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل دنیا کے تقاضوں سے جڑ گیا ہے۔ اردو رسم الخط، بالخصوص نستعلیق کی جمالیاتی نزاکتوں کو کمپیوٹر کی بائنری زبان میں منتقل کرنا ایک بڑا چیلنج تھا، جس کے لیے مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد) نے محض نظریاتی سفارشات کے بجائے تکنیکی حل پیش کرنے پر توجہ دی۔ اداروں نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا کہ اگر اردو کو برقیاتی ابلاغ میں اپنا مقام بنانا ہے تو اسے رومن رسم الخط کی بیساکھیوں سے آزاد کر کے اردو فونٹ اور سافٹ ویئر کی صورت میں مستحکم کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں مقتدرہ کے 'مرکزِ فضیلت برائے اردو اطلاعات' نے مائیکروسافٹ جیسے عالمی اداروں کے ساتھ مل کر اردو کو کمپیوٹر اسکرین کی زبان بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

ٹیکنالوجی کے اس سفر میں پہلا بڑا سنگِ میل اردو کو آپریٹنگ سسٹم اور آفس پروگرامز کا حصہ بنانا تھا۔ اس پیش رفت نے اردو املا کے مستقبل کو ایک نئی جہت عطا کی، جہاں اب ویب سائٹس، ای میلز اور موبائل فونز میں اردو لکھنا اور پڑھنا عام آدمی کی دسترس میں آ گیا ہے۔ اس ڈیجیٹل انقلاب اور اداروں کی معاونت پر ڈاکٹر مقبول نثار ملک یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"ابلاغ اور جدید اطلاعات کے حوالے سے یہ امر اطمینان بخش ہے کہ اب کمپیوٹر سکرین کو اردو میں تبدیل کیا جا چکا ہے۔ مائیکروسافٹ اینڈ ایکس پی اور سٹار ٹیر ایڈیشن نیز آفس 2003ء کو اب اردو میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اب کمپیوٹر سیکھنے کے لیے بھی انگریزی جاننا ضروری نہیں ہے۔ ای میلز یا ویب سائٹ کے لیے حتیٰ کہ ویب سائٹ کا پتہ لکھنے کے لیے اب رومن حروف درکار نہیں۔"(15)

اردو املا کے مستقبل کو مشینی سطح پر محفوظ کرنے کے لیے 'پاک نوری نستعلیق' جیسے فونٹس کی ایجاد نے ایک املائی وحدت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ فونٹ محض ایک طرزِ تحریر نہیں بلکہ ایک ایسا لسانی اوزار ہے جو تمام پاکستانی زبانوں کو اردو کے املائی سانچے میں یکجا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اداروں کا اگلا ہدف 'مشینی ترجمہ' (Machine Translation) اور خودکار املائی درستی (Auto-Correction) کے سافٹ ویئرز کی تیاری ہے، جو اردو تحریر کو انسانی لغزشوں اور ٹائپ کی اغلاط سے پاک کر دیں گے۔ اس مشینی مستقبل کے مختلف مراحل کی بابت ڈاکٹر عطش درانی رقم طراز ہیں:

"مقتدرہ کے مرکز فضیلت برائے اردو اطلاعات کی طرف سے اب مشینی ترجمہ کا سافٹ ویئر بھی پیش کیا جانے والا ہے۔ پہلا مرحلہ دفتری انگریزی اردو کا ہے۔ اگلا مرحلہ سائنسی تکنیکی، پھر صحافتی اور شاید آخری مرحلہ ادبی ترجمہ کا ہو گا۔"(16)

ان تکنیکی کاوشوں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اردو املا کا مستقبل اب کمپیوٹر اور مصنوعی ذہانت (AI) سے مربوط ہو چکا ہے۔ اداروں کی یہ جدوجہد اس بات کی ضمانت ہے کہ اردو زبان جدید عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر نہ صرف انٹرنیٹ کی وسیع دنیا میں اپنا وجود برقرار رکھے گی بلکہ اپنے مستند املائی نظام کے ساتھ عالمی سطح پر ایک معتبر ابلاغی ذریعے کے طور پر ابھرے گی۔ ان اداروں کی بدولت ہی اب اردو دان طبقہ اپنی مادری زبان میں برقیاتی اشاعت اور تحقیق کے نئے افق دریافت کر رہا ہے۔

تصریحاتِ بالا کے جائزہ کے بعد یہ پوزیشن واضح ہوتی ہے کہ زبان کو انفرادی تجربات سے نکال کر ایک مستحکم علمی و انتظامی ضابطے میں پرونے کا سہرا ادارہ جاتی اصلاحات کے سر ہے۔ فورٹ ولیم کالج کی ابتدائی نثری تدوین سے لے کر مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد) اور اردو اکادمی دہلی کے معاصر سیمینارز تک، اداروں نے اردو کو محض قدیم اشتقاقی قواعد کا اسیر رکھنے کے بجائے اسے جدید سائنسی، دفتری اور مشینی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا ہے۔ نتائج سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اداروں کی مداخلت سے املائی انتشار کا بڑی حد تک خاتمہ ہوا اور ہمزہ، الف مقصورہ اور مرکبات کی تقسیم جیسے پیچیدہ مسائل کو صوتی بنیادوں پر حل کیا گیا۔ ان کاوشوں کے نتیجے میں اردو اب محض ایک ادبی اظہار کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں ایک مکمل ڈیجیٹل اور انتظامی زبان کی حیثیت سے ابھری ہے، جس کا سہرا ان مقتدر اداروں کی علمی بصیرت اور تکنیکی پیش رفت کے سر ہے۔

سفارشات

* الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر املائی و صوتی بگاڑ کو روکنے کے لیے مقتدرہ قومی زبان کی سفارشات کی روشنی میں ایک جامع 'لسانی گائیڈ بک' تیار کر کے تمام میڈیا ہاؤسز پر اس کا نفاذ لازمی قرار دیا جائے۔
* ملک بھر کے تمام تعلیمی بورڈز کی نصابی کتب میں اداروں (مثلاً مقتدرہ) کے طے کردہ جدید املائی اصولوں کو فی الفور شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل املائی تضادات سے محفوظ رہ سکے۔
* مقتدرہ کے 'مرکزِ فضیلت' کو نجی سافٹ ویئر اداروں کے ساتھ مل کر ایسے جدید 'آٹو کریکٹ' (Auto-correct) اور 'مشینی ترجمہ' کے ٹولز تیار کرنے چاہئیں جو اداروں کی سفارشات کے مطابق خودکار طریقے سے املا کی تصحیح کر سکیں۔
* اردو کی عالمی حیثیت کے پیشِ نظر پاکستان اور بھارت کے مقتدر لسانی اداروں (مقتدرہ اور اردو اکادیوں) کے مابین ایک مشترکہ مستقل کونسل ہونی چاہیے تاکہ رسم الخط اور بنیادی املا میں عالمی سطح پر یکسانیت برقرار رہے۔
* املا اور تلفظ کی درستی کے لیے محض کتابی اشاعت پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ سرکاری و نجی اداروں کے محرری (Clerks) اور اساتذہ کے لیے باقاعدہ تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا جائے تاکہ ادارہ جاتی تجاویز عملی طور پر رواج پا سکیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. فرہاد احمد، اردو میں املا اور تلفظ کے مباحث: لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد، 2022ء، ص225
2. ایضاً، ص224
3. ابو سلمان شاہجہانپوری، اردو املا کے چند اہم مسائل تحریک نفاذ اردو کی روشنی میں، مشمولہ، رودادِ سیمینار، املا اور رموزِ اوقاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء، ص22
4. ثاقبہ رحیم الدین، روداد سیمینار املا اور رموزِ اوقاف کے مسائل، مشمولہ: رودادِ سیمینار، املا اور رموزِ اوقاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء، ص12
5. فرمان فتح پوری، اردو میں عربی اور فارسی الفاظ کا املا، مشمولہ: رودادِ سیمینار، املا اور رموزِ اوقاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء، ص114
6. مقبول نثار ملک، اردو میں اصلاحِ زبان کی روایت، مثال پبلشرز، فیصل آباد، 2021ء، ص435
7. سید عبداللہ، اردو املا کے متعلق ہمارا تجزیہ، مشمولہ: رودادِ سیمینار، املا اور رموزِ اوقاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء، ص11
8. گوہر نوشاہی (مرتب)، منتخب مقالات: اردو املا رموزِ اوقاف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1986ء، ص297
9. مظفر علی سید، حرف و صوت کا رشتہ، مشمولہ، رودادِ سیمینار، املا اور رموزِ اوقاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء، ص109
10. فرہاد احمد، اردو میں املا اور تلفظ کے مباحث: لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ، ص241
11. سید عبداللہ، اردو املا کے متعلق ہمارا تجزیہ، ص11
12. مقبول نثار ملک، اردو میں اصلاحِ زبان کی روایت، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2021ء، ص441
13. ایوب صابر، پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء، ص62

14. ابو سلمان شاہجہانپوری، اردو املا کے چند اہم مسائل تحریک نفاذ اردو کی روشنی میں، ص32
15. مقبول نثار ملک، اردو میں اصلاحِ زبان کی روایت، مثال پبلشرز، فیصل آباد، 2021ء، ص457
16. عطش درانی، اردو صوتیے نئی املا اور کمپیوٹر تختیاں، مشمولہ: اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، مئی 1999ء، ص15

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Farhad Ahmad, *Urdu Mein Imla aur Talafuz ke Mabahis: Lasani Muhaqqiqeen ki Aara ka Tanqeedi aur Taqaabli Mutala'a*, PhD Maqalah, NUML University, Islamabad, 2022, p 225
2. Aizan, p 224
3. Abu Salman Shahjahanpuri, *Urdu Imla ke Chand Aham Masail: Tehreek-e-Nifaz-e-Urdu ki Roshni Mein*, Mashmoola: *Rudad-e-Seminar: Imla aur Ramooz-e-Auqaf ke Masail* (Murattib: Ijaz Rahi), Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1985, p 22
4. Sabiqa Raheem-ud-Din, *Rudad-e-Seminar: Imla aur Ramooz-e-Auqaf ke Masail*, Mashmoola: *Rudad-e-Seminar: Imla aur Ramooz-e-Auqaf ke Masail* (Murattib: Ijaz Rahi), Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1985, p 12
5. Farman Fatehpuri, *Urdu Mein Arabi aur Farsi Alfaz ka Imla*, Mashmoola: *Rudad-e-Seminar: Imla aur Ramooz-e-Auqaf ke Masail* (Murattib: Ijaz Rahi), Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1985, p 114
6. Maqbool Nisar Malik, *Urdu Mein Islah-e-Zaban ki Riwayat*, Misaal Publishers, Faisalabad, 2021, p 435
7. Syed Abdullah, *Urdu Imla ke Mutaliq Hamara Tajziya*, Mashmoola: *Rudad-e-Seminar: Imla aur Ramooz-e-Auqaf ke Masail* (Murattib: Ijaz Rahi), Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1985, p 11
8. Gauhar Naushahi (Murattib), *Muntakhib Maqalat: Urdu Imla Ramooz-e-Auqaf*, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1986, p 297
9. Muzaffar Ali Syed, *Harf-o-Saut ka Rishta*, Mashmoola: *Rudad-e-Seminar: Imla aur Ramooz-e-Auqaf ke Masail* (Murattib: Ijaz Rahi), Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1985, p 109
10. Farhad Ahmad, *Urdu Mein Imla aur Talafuz ke Mabahis: Lasani Muhaqqiqeen ki Aara ka Tanqeedi aur Taqaabli Mutala'a*, p 241
11. Syed Abdullah, *Urdu Imla ke Mutaliq Hamara Tajziya*, p 11
12. Maqbool Nisar Malik, *Urdu Mein Islah-e-Zaban ki Riwayat*, Faisalabad: Misaal Publishers, 2021, p 441
13. Ayub Sabir, *Pakistan Mein Urdu ke Taraqqiyati Idaray*, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1985, p 62
14. Abu Salman Shahjahanpuri, *Urdu Imla ke Chand Aham Masail: Tehreek-e-Nifaz-e-Urdu ki Roshni Mein*, p 32
15. Maqbool Nisar Malik, *Urdu Mein Islah-e-Zaban ki Riwayat*, Misaal Publishers, Faisalabad, 2021, p 457
16. Atish Durrani, *Urdu Sautiay: Nai Imla aur Computer Takhtiyan*, Mashmoola: *Akhbar Urdu*, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, May 1999, p 15